نماز کی عدم پابندی اور اس کا انجام قرآن و حدیث کی روشنی میں

محمد منیر قمر سیالکوٹی
ترجمان سپریم کورٹ الخبر
سعودی عرب

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ عدم پابندی سے مراد یہ نہیں کہ وہ پڑھتا ہی نہیں کیونکہ ایسا شخص تو تارک نماز ہے۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا اور اس کی سزا وعقاب بھی ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ

عدم پابندی سے مراد عدم محافظت ہے کہ نمازوں کے اوقات کی پابندی نہ کرنا انہیں بے وقت حسب منشاء ادا کرنا اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرنا۔

اور چونکہ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے اقرار توحید و رسالت کے بعد بے شمار فضائل و برکات والا عمل اور اہم رکن دین نماز پنجگانہ ہے۔ لہٰذا نیند اور نسیان یا بھول وغیرہ کسی شرعی عذر کے بغیر اسے وقت سے بے وقت کرکے پڑھنا کبیرہ گناہ ہے۔ جیسا کہ سورہ منافقون آیت ۹ میں ارشاد الٰہی ہے۔

یایھا الذین آمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ و من یفعل ذلک فاولئک ھم الخاسرون۔

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال و اولاد ذکر الٰہی سے غافل نہ کر دیں اور جو کوئی غفلت کرے گا تو ایسے لوگ ہی (قیامت کے دن) نقصان اٹھانے والے ہیں۔

یہاں ذکر الٰہی سے مراد عام ذکر نہیں بلکہ نماز پنجگانہ مراد ہے۔ چنانچہ جلالین میں اس آیت کی تفسیر میں ذکر الٰہی سے مراد پانچ نمازیں لکھا ہے۔
(جلالین ص ۷۴۴' دارالمعرفہ بیروت)

اسے رئیس المفسرین امام ابن جریر طبریؒ نے بھی اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ کہا گیا ہے : ذکر سے مراد یہاں پانچ نمازیں ہیں (مختصر طبری علی المصحف، طبع دارالشرمہ ص ۶۳۸) اور علامہ ہیثمی نے اپنی کتاب "الزواجر عن

اقتراف الکبائر" میں لکھا ہے کہ علمائے تفسیر کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس آیت میں ذکر الٰہی سے مراد پانچ فرضی نمازیں ہیں۔ تو گویا جو آدمی کاروباری مصروفیات یا بچوں کے کھیل کود میں نمازوں کو بے وقت کر کے پڑھتا ہے قیامت کے دن وہ خسارہ پانے والا ہو گا۔ (الزواجر ا/۱۳۳)

اور تیسویں پارے کی سورہ ماعون میں تو اللہ تعالیٰ نے بڑی سخت وعید سنائی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

فویل للمصلین ○ الذین هم عن صلاتهم ساهون ○

ترجمہ:۔ ایسے نمازیوں کے لئے ویل و ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں۔

اس آیت میں نمازیوں کے لئے جس ویل و ہلاکت کا ذکر آیا ہے۔ اس لفظ "ویل" کی تشریح کرتے ہوئے امام طبریؒ نے لکھا ہے:

الوادی الذی یسیل من صدید اهل جهنم۔

ترجمہ:۔ جہنم کی ایک وادی کا نام "ویل" ہے جو جہنمیوں کے پیپ سے بہتی ہے۔ (مختصر طبری ص ۷۰۴)

الزواجر میں علامہ ہیثمی نے اور انہی سے نقل کرتے ہوئے تطہیر المجتمعات عن لرجاس الموبقات میں علامہ احمد بن حجرال بوطی حفظہ اللہ قاضی شرعی قطر نے ویل کی تشریح یوں کی ہے کہ اس سے شدت عذاب مراد ہے یا پھر یہ بھی کہا گیا ہے:

واد فی جهنم لو سیر فیه جبال الدنیا لذابت من شدة حره۔

ترجمہ:۔ یہ جہنم کی ایک وادی ہے کہ اگر اس میں دنیا کے پہاڑ بھی ڈال دیئے جائیں تو اس وادی کی شدت حرات و گرمی سے وہ پہاڑ بھی پگھل جائیں۔

(تطہیر المجتمعات ص ۹۰، طبع مصر۔ الزواجر ا/۱۳۳)

اور اس آیت میں نماز سے بے خبری کا کیا مطلب ہے۔ اس کی وضاحت:

تفسیر جلالین

امام جلال الدین رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کی ہے کہ:

یوخرونها عن وقتها۔ (جلالین ص ۸۲۲)

ترجمہ:۔ وہ نماز کو اس کے وقت سے موخر کر دیتے ہیں۔

تفسیر طبری

اور امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے نمازوں سے بے خبری برتنے والوں کو لاھون سے تعبیر کیا ہے (طبری ص ۷۰۴) کہ جو لوگ نماز سے کھیل تماشہ کرتے ہیں اور بات یہ بھی پہلے والی ہی ہے کہ اپنی مرضی سے جب چاہے پڑھ لی۔ پابندی وقت کی بجائے نماز کو کھیل بنا لیا۔

تفسیر ابن کثیر

اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس بے خبری سے مراد ترک نماز نہیں بلکہ نماز کو ان کے اوقات سے بلا عذر موخر کرکے ادا کرنا ہے۔ کیونکہ اس بات کی تعین تو خود حدیث میں بھی آئی ہے۔ جیسا کہ (مسند بزار میں) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ "اپنی نمازوں سے "بے خبر" لوگوں سے کون مراد ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ھم الذین یوخرون الصلوة عن وقتها۔

(مختصر ابن کثیر للرفاعی ۴ / ۴۳۱)

ترجمہ:۔ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنی نماز کو وقت سے موخر کر دیتے ہیں۔

اس حدیث کو مسند بزار کی طرف منسوب کرتے ہوئے علامہ ہیثمی نے اس کی سند کو ضعیف لکھا ہے (الزواجر ۱/۱۳۳، مجمع الزوائد ۱/۱۴۳)

ایسے ہی الترغیب والترہیب میں امام منذری نے اس حدیث کو ابراہیم کے

بیٹے عکرمہ کی روایت سے مسند بزار کی طرف ہی منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ حفاظ حدیث نے اس کو موقوفا ہی روایت کیا ہے اور امام بزار کے سوا اسے کسی نے بھی مرفوعا راویت نہیں کیا اور عکرمہ ضعیف ہے۔

(الترغیب ار۲۸۵ طبع مصر، مجمع الزوائد ۷ر۱۴۳)

توگویا یہ تفسیر مرفوعا تو ثابت نہ ہوئی البتہ ایک دوسری موقوف حدیث میں یہی مفہوم ہے۔ جس کی سند کو بھی علامہ ابن قیم اور علامہ ہیثمی و منذری کی طرف سے حسن قرار دیا گیا ہے۔ وہ مسند ابی یعلی اور در منثور سیوطی کے مطابق (۶ر۴۰۰) ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی میں حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ وہ لوگ جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں۔ (ان کے لئے ویل ہے) تو ہم میں سے کون ہے جو سہو کا شکار نہیں ہوتا اور وہ کون ہے جو دوران نماز خیالات میں مبتلا نہیں ہوتا؟ تو انہوں نے فرمایا:

لیس ذاک انما ھو اضاعۃ الوقت۔ (بحوالہ بالا، الصلوۃ لابن قیم ص ب۳، المکتب الاسلامی مجموعہ رسائل الصلوۃ ص ۲۵، الزواجر و الترغیب ایضا)

ترجمہ:۔ ایسا تو نہیں بلکہ اس سے مراد تو نمازوں کے اوقات کو ضائع کرنا ہے۔

ان دو حدیثوں اور متعلقہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ نماز کو وقت سے بے وقت کرکے ادا کرنا کبیرہ گناہ ہے اور ایسا کرنے والوں کو جہنم کی اس وادی میں گرایا جائے گا۔ جس کے عذاب کی شدت کا یہ عالم ہو گا کہ پہاڑوں کے پتھر بھی پگھل جائیں گے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ آمین

اس سلسلہ میں ہی (یعنی نماز کے لئے پابندی وقت کی پرواہ نہ کرنے والوں کو سخت عذاب ہوگا) سورہ مریم میں اللہ تعالی نے اپنے پہلے انبیاء علیہم السلام

ر دوسرے سعادتمند لوگوں کا ذکر کیا اور پھر آیت ۵۹-۶۰ میں ارشاد فرمایا ہے :

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوت فسوف یلقون غیا ○ الا من تاب و آمن و عمل صالحا فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون شیئا ○

ترجمہ :۔ پھر ایسے ناخلف لوگ ان کے جانشین بنے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور نفسانی خواہشات کی پیروی کی۔ پس قریب ہے کہ وہ غی یا گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے سوائے ان لوگوں کے جو توبہ تائب ہو گئے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کئے وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہو گی۔

یہاں نماز کو ضائع کرنے سے کلی طور پر نماز ترک کرنے کی رائے کو صرف امام ابن جریر طبری نے اختیار کیا ہے۔ جبکہ صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

لیس معنی اضاعوھا ترکوھا بالکلیۃ ولکن اخروھا عن اوقاتھا۔

(بحوالہ الزواجر ۱ / ۱۳۳)

ترجمہ :۔ نماز کو ضائع کرنے کا معنی ان کا اسے بالکلیہ ترک کرنا نہیں بلکہ انہیں انکے اوقات سے موخر کرنا مراد ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز امام اوزاعی اور مسروق رحمھم اللہ نے بھی ضائع کرنے کا مطلب انہیں بے وقت کرکے پڑھنا ہی بیان کیا ہے۔

(مختصر ابن کثیر للرفاعی ۲ / ۶۱۸)

امام التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے نمازوں کو ضائع کرنے کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے :

ھو ان لا یصلی الظھر حتی تابی العصر ولا یصلی العصر الی

المغرب ولا يصلى المغرب الى العشاء ولا يصلى العشاء الى الفجر ولا يصلى الفجر الى طلوع الشمس۔ (الزواجر ايضا)

ترجمہ :۔ نمازوں کو ضائع کرنا یہ ہے کہ کوئی شخص نماز ظہر کو اس وقت تک نہ پڑھے جب تک کہ نماز عصر کا وقت نہ ہو جائے اور مغرب ہو جانے تک عصر کی نماز نہ پڑھے اور عشاء ہو جانے تک مغرب ادا نہ کرے اور فجر ہونے تک عشاء کی نماز ادا نہ کرے اور سورج اگ جانے تک فجر کی نماز نہ پڑھے۔

ان اقوال صحابہ و تابعین سے معلوم ہوا کہ نماز کو ضائع کرنے سے مراد انہیں وقت سے بے وقت کرکے پڑھنا اور ان کی ادائیگی میں عدم پابندی و لا پرواہی برتنا ہے اور جو شخص اسی حالت پر قائم رہے اور توبہ نہ کرے اسے اللہ تعالی نے غی میں ڈالنے کی وعید سنائی ہے۔

غی

اور یہ غی کیا ہے اس کی وضاحت الزواجر عن اقتراف الکبائر میں یوں ہے

هو واد فى جهنم بعيد قعره وشديد عقابه۔ (الزواجر ۱ر ۱۳۳)

ترجمہ :۔ یہ جہنم کی ایک وادی ہے جو بہت گہری اور سخت عذاب والی ہے۔

اور سعودی دارالافتاء سے شائع کردہ احکام نماز کے کتابچوں اور رسائل پر مشتمل مجموعہ کے صفحہ ۲۰۴ پر شیخ عبدالملک علی الکلیب نے اپنے رسالہ "الصلوۃ" کے حاشیہ میں غالبا علامہ ابن قیم سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

اى شرا و خسرانا و قيل هو واد فى جهنم بعيد القعر من قيح و دم۔ (حوالہ بالا وانظر الصلوة لابن قيم ص ۴۱)

ترجمہ :۔ یعنی غی کا معنی شراور نقصان اور یہ بھی کہا گیا کہ غی جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو انتہائی گہری اور خون و پیپ سے بھری ہوئی ہے۔

اور علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب الصلوۃ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غی کا معنی یہ نقل کیا ہے:

ھو نھر فی جھنم خبیث الطعم بعید القعر۔

(کتاب الصلوۃ لابن قیم ص ۴۰)

ترجمہ :۔ کہ غی جہنم کی ایک نہر کا نام ہے جو بڑی ہی بدمزہ اور گہری ہے۔

اور اسی سلسلہ میں ایک حدیث وہ بھی ہے جسے امام سیوطیؒ نے الدرالمنثور (۴؍۲۷۸) میں ابن جریر طبریؒ، ابن مردویہ اور البعث للبیہقی کی طرف منسوب کیا ہے۔ جس میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ جہنم کے کنارے سے اگر کو اس میں گرایا جائے تو وہ ستر سال تک بھی غی اور آثام تک نہیں پہنچ پاتا اور جب پوچھا گیا کہ غی اور آثام کیا ہے تو جواب ملا۔

بئر ان فی اسفل جھنم یسیل فیھما صدید اھل جھنم۔

(کتاب الصلوۃ لابن قیم ص ۴۱)

ترجمہ :۔ دوزخ کی اتھاہ گہرائی میں یہ دو کنویں ہیں جن میں اہل جہنم کی پیپ جلتی ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

اس حدیث کو امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ابن جریر سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا مرفوعا بیان ہونا منکر ہے (تفسیر ابن کثیر ۳؍۱۲۸) اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱۰ ر ۳۸۹) میں کہا ہے کہ یہ حدیث طبرانی نے روایت کی ہے اس کے کئی رواۃ ضعیف ہیں جنہیں ابن حبان نے موثوق کہا ہے البتہ کہا ہے کہ وہ خطا کر جاتے تھے اور امام منذریؒ نے الترغیب (۴ ر ۲۷۲) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو طبرانی و بیہقی نے مرفوعا بیان کیا ہے جبکہ دوسرے محدثین نے اسے ابوامامہ رضی اللہ عنہ پر موقوفا بیان کیا ہے اور یہی صحیح تر بھی ہے۔ (تحقیق الصلوۃ لابن قیم)

بہرحال اور ایک حدیث میں بھی پابندی وقت کا ثواب اور لا پرواہی و عدم پابندی کا عقاب وارد ہوا ہے چنانچہ صحیح ابن حبان، سنن دارمی، مسند احمد، معجم طبرانی، کبیر و اوسط اور شعب الایمان بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے نماز کو شروع کیا اور فرمایا:

من حافظ علیھا کانت له نورا و برھانا و نجاة یوم القیامة و من لم یحافظ علیھا لم یکن له نورا ولا برھان ولا نجاة و کان یوم القیامة مع قارون و فرعون و ھامان و ابی بن خلف۔

(قدمر مخریجه فی فضائل الصلوة)

ترجمہ :۔ جس نے اس پر محافظت و پابندی کی اس کے لئے قیامت کے دن یہ نور راہ صراط' برہان و دلیل خیر اور ذریعہ نجات بن جائے گی اور جس نے اس پر محافظت و پابندی نہ کی تو اس کے لئے یہ نہ نور ہو گی اور نہ برھان اور نہ ہی ذریعہ نجات اور قیامت کے دن اس کا حشر قارون' فرعون' ھامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔

اور نماز کی پابندی نہ کرنے والے شخص کا حشر ان بدنام زمانہ لوگوں کے ساتھ کیوں ہو گا اس کی حکمت بھی بعض اھل علم نے بیان کی ہے۔ چنانچہ علامہ ہیثمی نے الزواجر (۱/۱۳۳) میں کسی کا نام لئے بغیر بعض علماء کے حوالہ سے اور دور حاضر کے معروف عالم سید سابق نے فقه السنه (۱/۹۳) میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے وہ حکمت ذکر کی ہے کہ ان چار (بدنام زمانہ) اشخاص کے ناموں کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ چاروں کفار کے سردار ہیں اور ان کے ذکر کو مخصوص کرنے میں ایک بدیع نقطہ بھی ہے اور وہ یہ کہ نماز پر محافظت و پابندی نہ کرنے کا سبب یا تو کسی کا مال ہو سکتا ہے یا پھر حکومت یا کسی کی کرسی وزارت و ملازمت علیا یا پھر تجارت۔

اور اگر کسی کو اس کا مال کے غرور نے نماز پر پابندی سے روک لیا تو اس کا حشرو انجام (بڑے بڑے خزانوں کے مال) قارون کے ساتھ ہو گا اور اگر کسی کو اس کی حکومت نے عدم پابندی پر برا نگیختہ کیا تو اس کا انجام (اپنے وقت کے بڑے بڑے حاکم) فرعون کے ساتھ ہو گا اور اگر کسی کو اس کی وزارت

باقی ص ۴۱ پر

امام احمد بن حنبلؒ

قسط نمبر 2

عبدالرشید عراقی

کلام و عقائد

امام احمد بن حنبل فقیہ و مجتہد ہونے کے باوجود عملی اور اعتقادی مسائل میں فقہاء اور متکلمین کی طرح زیادہ تحقیق و تدقیق نہیں کرتے تھے بلکہ محدثین کے مسلک کے مطابق جو کچھ ظواہر حدیث سے ثابت ہوتا تھا اس پر عمل کرتے اور اعتقاد کرتے تھے امام احمد سے ایک شخص نے سوال کیا کہ قرآن کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے تو امام صاحب نے فرمایا وہ اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایمان قول و عمل دونوں سے عبارت ہے اور اس میں کمی بیشی ہوسکتی ہے ان کا قول ہے کہ کار خیر سے ایمان میں اضافہ اور معاصی سے اس میں کمی ہو جاتی ہے برے کاموں کے ارتکاب سے ایمان سلب ہوجاتاہے لیکن اسلام باقی رہتاہے اسلام اس وقت ختم ہوتا ہے جب آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرتاہے یا فرائض میں کسی فرض کو تمرد کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے اگر کوئی شخص فرض بجانہ لائے یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ اس کو عذاب دے یا معاف کردے۔

مرتکب کبائر کو کافر نہیں سمجھتے تھے آپ کا قول ہے کہ اہل توحید میں سے کوئی شخص کافر نہیں ہوسکتا خواہ وہ کبائر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو لیکن تارک صلوۃ کو کافر سمجھتے تھے۔

صحابہ کرام سے بڑی محبت رکھتے تھے اور اجلہ صحابہ کرام کی عظمت اور برتری کے بھی قائل تھے خلفائے اربعہ اور امیر معاویہؓ اور کسی صحابی پر سب و شتم کرنا ان کے نزدیک معصیت ہے خلافت کے معاملہ میں ان کا وہی عقیدہ تھا جو

اہل سنت والجماعت کا ہے امام صاحب اس کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ روایت پیش کرتے تھے جس چیز کو جملہ مسلمان بہتر خیال کریںؒ وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہے اور جس کو بہت برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔

امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تمام صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبرؓ کو رسول ﷺ کا خلیفہ منتخب کیا اس سے ان کی بزرگی و فضیلت ثابت ہوتی ہے اور خلافت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا۔

پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ ہیں ان کے بعد حضرت عمرفاروقؓ اور پھر حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور سب سے آخری خلیفہ حضرت علی بن ابی طالبؓ ہیں۔ (۲۰)

فقہ و اجتہاد

امام احمد بن حنبل کا شمار ان چار مشہور ائمہ اسلام اور فقہائے مجتہدین میں ہوتا ہے کہ جن کے اجتہادی مذاہب پر چوتھی ہجری سے اب تک مسلمان عمل کرتے چلے آرہے ہیں لیکن بعض متقدمین علمائے کرام نے ان کے فقیہ اور صاحب مذہب ہونے میں کلام کیا ہے اور ان کو فقیہ کی بجائے محدث تسلیم کیا ہے ان میں امام ابن جریر' حافظ ابن عبدالبر مالکی اور امام ابن قتیبہ وغیرہ شامل ہیں لیکن علمائے متقدمین کی رائے یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل بلند پایہ فقیہ و مجتہد تھے۔ اور ان کو امام فقہ و صاحب مذہب تسلیم کیا ہے۔

امام شافعی نے ان کو فقہ واجتہاد میں امام تسلیم کیا ہے۔

علامہ ابن خلدونؒ کا بیان ہے کہ اب مسلمان ان ہی چار اماموں کی تقلید کرتے ہیں علامہ شہرستانی نے مسلمانوں کے اجتہادی مذاہب میں مذاہب حنبلی کو شامل کیا ہے۔

طاش کبری زادہ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل ان مجتہدین میں ہیں جن کے اقوال و آراء پر عمل کیا جاتا ہے اور جن کا مذہب اکثر شہروں میں مروج

ہے۔

صاحب کشف الظنون نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ :

مشہور مذاہب جن کی صحت مسلم ہے چار ہیں اور وہ امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی جانب منسوب ہیں۔ (۲۵)

حضرت امام شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :

ان لوگوں نے گذشتہ ائمہ فقہ کی تقلید پر استفادہ کرنے کے بجائے خود اصول و قوانین پیش کئے اور ان لوگوں میں غیر معمولی فضل وکمال' فقہی بصیرت اور حدیث اور اس کے مراتب و درجات سے واقفیت کے لحاظ سے سب سے نمایاں امام احمد بن حنبل ہیں۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی دوسری کتاب میں عقدالجید میں فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ میں مذاہب حنبلی کو بھی شامل کیا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

خصوصا امام شافعی اور امام احمد کا تو وہ پایہ ہے کہ اسلامی دنیا کے بڑے بڑے حصوں میں انہی کے اجتہادی مسائل گیارہ سو برس سے آج تک مذہبی قانون بنے ہوئے ہیں۔

مولانا ضیاء الدین اصلاحی لکھتے ہیں :

ساتویں صدی بلکہ اس کے پہلے سے اسلامی فقہ وقانون اور اس کی تاریخ و تدوین کے سلسلہ میں امام احمد کا ایک امام فقہ اور صاحب مذہب کی حیثیت سے ذکر ہوتا چلا آرہا ہے اس لئے جس طرح ان کا فقیہ و مجتہد ہونا مسلم ہے اسی طرح صاحب مذہب اور امام فقہ ہونا بھی ثابت ہے۔

علامہ ابن جریر' حافظ بن عبدالبر اور امام قتیبہ کا امام احمد بن حنبل کو فقیہ اور صاحب مذہب کی حیثیت سے تذکرہ نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ آپ کے تفقہ واجتہاد کے قائل نہ تھے بلکہ اسکی حقیقت صرف اسقدر ہے کہ امام احمد پر حدیث

کا اثر بہت غالب تھا اسلیئے ان ائمہ کرام نے ان کے اس نمایاں وصف میں صاحب کمال امتیاز ہونیکی وجہ سے امام صاحب کو فقیہ کی بجائے محدث لکھا اور کہا ہے۔

امام احمد حنبل کے نزدیک فتوی دینے کی شرائط

امام احمد کے نزدیک علوم قرآن اور سنت نبوی اور آثار صحابہ سے مکمل واقفیت کے علاوہ مندرجہ ذیل اوصاف کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔

☆ اس کی نیت خالص ہو۔

☆ علم، حلم، وقار اور سکینت سے متصف ہو۔

☆ علم میں کامل اور صاحب غلبہ و اختیار ہو تاکہ جرات اور دلیری کے ساتھ اپنے فیصلوں کو نافذ کر سکے۔

☆ بذات خود مکتفی اور مستغنی ہو یعنی دوسروں کا محتاج و دست نگر نہ ہو۔

☆ لوگوں کے حالات اور ذہنی کیفیات سے پوری طرح باخبر ہو۔ (۲۹)

فقہ حنبلی کے اصول

امام احمد کے تفقہ و اجتہاد کے چار اصول ہیں جن کو حافظ ابن القیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں بیان کیا ہے۔

۱۔ نصوص

فقہ حنبلی کا سب سے اہم اور مقدم اصول ہے اس میں کتاب و سنت دونوں شامل ہیں اس اصول کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ فتاوی صحابہؓ

دوسرا ماخذ صحابہ کے اقوال و فتاوی ہیں اور امام احمد کتاب و سنت کے بعد ہر چیز پر مقدم قرار دیتے ہیں اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کے مختلف اقوال منقول ہیں تو اس قول کو ترجیح دی جائے گی جو کتاب و سنت کے قریب تر ہو۔

اگر اس کا اندازہ نہ ہوسکے تو اختلاف صحابہ کا ذکر کرکے خاموشی اختیار کرلی جائے گی اور کسی کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔

۳۔ ضعیف و مرسل روایات

امام احمد بن حنبل کی فقہ میں تیسرا ماخذ ضعیف و مرسل روایات ہیں امام صاحب کے صاحبزادہ امام عبداللہ نے امام احمد بن حنبل سے دریافت لیا کہ صحیح وصالح اور ضعیف و سقیم روایات میں امتیاز نہ کرنے والے محدث ، فقیہ وصاحب رائے میں کس کے فتوی پر عمل کیا جائے گا تو فرمایا "میرے نزدیک رائے کے مقابلہ میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے"۔

۴۔ قیاس

امام احمد کی فقہ کا آخری ماخذ قیاس ہے اور امام صاحب نے محض ضرورت کے وقت اس کی اجازت دی ہے اور ممکن حد تک اس سے پرہیز کی تلقین کی ہے اپنے ایک شاگرد کو تاکید کرتے ہیں۔

ایاک ان تکلم فی مسئلہ لیس لک فیھا اثر۔

ترجمہ :۔ جس مسئلہ میں اثر موجود نہ ہو اس میں بحث و کلام نہ کرو۔ (۳۰)

فقہ حنبلی کی خصوصیات

فقہ حنبلی کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اس کا تمام تر دار و مدار حدیث و روایت اور نقل و اثر پر ہے امام صاحب خود بھی احادیث سے انحراف اور بے تعلقی پسند نہیں کرتے تھے۔ حدیث و آثار پر وسعت نظر کی بنا پر ان کو رائے قیاس سے بہت کم کام لینا پڑا۔ عبدالوہاب وراق کا بیان ہے کہ امام احمد نے ۷۰ ہزار مسائل کا جواب اخبرنا وحدثنا کہہ کر دیا۔ (۳۱)

اسلامی ممالک میں مذہب حنبلی کی اشاعت

اس مذہب کی اشاعت بغداد سے شروع ہوئی اس کو وہاں غلبہ بھی حاصل

تھا پھر بصرہ عراق میں پہنچا' ساتویں صدی ہجری میں مصر میں داخل ہوا اور وہاں اس کی عام نشرواشاعت ہوئی تیسری صدی ہجری میں یہ مذہب اندلس میں داخل ہوا وہاں اس کی اشاعت امام احمد کے تلمیذ امام بقی بن مخلدؒ نے کی اس زمانہ میں آل سعود کا مملکت السعودیہ العربیہ کے سربراہ کا یہی مذہب ہے اور سارے بلاد نجد و حجاز میں یہ سرکاری مذہب کی حیثیت رکھتا ہے۔

مذہب حنبلی اور تشدد

دوسرے مذاہب کے علمائے کرام یہ بات بڑے زور وشور سے بیان کرتے ہیں کہ مذہب حنبلی میں تشدد بہت زیادہ ہے اس پر مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے بڑا تبصرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ :

بعض مسائل میں حنبلی مذہب کی سخت گیری اور تشدد کو بھی مورد طعن بنایا جاتا ہے لیکن اصل میں اس کا سبب یہ ہے کہ امام صاحب اتباع سنت کے جذبہ سے سرشار تھے اس لئے نہ تو دین وشریعت کے خلاف کوئی بات کہنے سننے کے روادار تھے اور نہ ہی کسی حال میں احادیث و آثار صحابہ سے دستبردار ہونے کو پسند کرتے تھے جن چیزوں کو اصولی سمجھا جاتا ہے اس میں وہ بڑی سختی اور پوری احتیاط برتتے تھے عام حنابلہ نے بھی آپ کے اتباع میں اس سختی اور شدت کو روا رکھا۔ بلکہ بعض لوگ زہد و ورع میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے عوام پر سختی کا دروازہ کھول دیا جس کے نتیجہ میں ایک زمانہ میں بڑی شورش اور ہیجان برپا ہو گیا علامہ ابن اثیر نے ۳۲۳ ھ کے واقعات میں اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن مقابلہ کی اس سختی اور شدت کا امام صاحب سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ زیادہ تر اپنی ذات تک سختی کو روا رکھتے تھے اور کمال زہد کی وجہ سے عبادات اور شروحات میں اپنی طرح دوسروں کے لئے بھی پسند فرماتے تھے کہ وہ احتیاط اور تورع کو اپنا شعار بنائیں۔

ظاہر ہے ان امور میں اعتدال کے ساتھ شدت و تغلب اختیار کرنا مذموم

نہیں ہے البتہ عام لوگ اعتدال وتوازن کو برقرار نہ رکھنے کی وجہ سے افراط وتفریط کا شکار ہوجاتے ہیں لیکن عبادات اور محظورات سے قطع نظر عقود و شروط اور مخصوص امور کی حلت اور اباحت میں امام صاحب بڑے روادار اور توسع پسند تھے اور دوسرے فقہاء کی طرح ان کے ہاں ان چیزوں میں زیادہ شدت اور تنگی نہیں پائی جاتی۔ (۳۲)

تصانیف

امام احمد بن حنبل کی جانب جو کتابیں منسوب ہیں وہ درجہ ذیل ہیں :

کتاب الصلوۃ' کتاب الزہد ' کتاب التفسیر ' کتاب السنۃ' کتاب طاعۃ الرسول' کتاب الایمان' کتاب الاعتقاد' کتاب الناسخ والمنسوخ' المقدم و الموخر فی کتاب اللہ' کتاب الفرائض' کتاب الفضائل' فضائل الصحابہ' فضائل ابوبکرؓ' فضائل حسنینؓ' مناقب علیؓ' کتاب المسائل' کتاب المناسک' کتاب التاریخ' کتاب الاشربہ' کتاب العلل' کتاب الردعلی الجہمیہ' کتاب الرد علی من ادعی مناقض القرآن' کتاب الرد علی الزنادقہ' المسند احمد بن حنبل۔ (۳۳)

مسند احمد بن حنبل

یہ امام احمد بن حنبل کی مشہور و معروف کتاب ہے اور اس کا شمار حدیث کی اہم ترین کتابوں میں ہوتا ہے اس سے پہلے بھی محدثین کرام نے کئی مسانید مرتب کیں اور اس کے بعد بھی کئی مسانید ترتیب دی گئیں لیکن جو شہرت و مقبولیت مسند احمد کو نصیب ہوئی وہ کسی دوسری مسند کو نصیب نہیں ہوئی۔

امام احمد نے ۱۶ سال کی عمر میں یعنی ۱۸۰ھ میں اس تصنیف کا آغاز کیا اور ساری زندگی اس میں مشغول رہے۔ مسند احمد ۱۷۲ اجزاء پر مشتمل ہے اور اس میں ۷۰۰ صحابہ کرام کی احادیث جمع کی گئی ہیں اس میں احادیث کی تعداد ۳۰ سے